محمد حسین آزاد

(حالاتِ زندگی)

مولانا محمد حسین آزاد ۱۸۲۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولوی باقر علی نے ''اُردو اخبار'' کے نام سے سب سے پہلے دہلی میں اردو اخبار جاری کیا۔ آزاد نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور پھر دلی کالج میں داخلہ لیا۔ اُستاد ابراہیم ذوق آپ کے والد کے دوست تھے۔ چناں چہ شاعری میں اُن کی شاگردی اختیار کی۔ جنگِ آزادی کے دوران آپ کے والد نے انگریزوں کے خلاف کالم لکھا۔ نتیجتاً اُنہیں گولی ماردی گئی۔ جائیداد ضبط کرلی گئی۔ لہٰذا آزاد چھپتے چھپاتے لاہور پہنچے۔

یہاں اُنہیں محکمہ تعلیم میں ملازمت مل گئی اور بچوں کی درسی کتابیں لکھنے کا کام سونپا گیا۔ اُسی دور میں آزاد نے کرنل ہالرائڈ کی ایماء پر حالی سے مل کر جدید شاعری کی بنیاد رکھی۔ گورنمنٹ کے رسالوں ''اتالیق پنجاب'' اور ''پنجاب میگزین'' کے نائب مدیر کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے۔ فارسی زبان سے خاص لگاؤ کے باعث دو دفعہ ایران کا سفر کیا۔ اور فارسی کا بغور مطالعہ کیا اور واپسی پر فارسی لسانیات کے موضوع پر کتابیں لکھیں۔

آپ ایک عرصے تک گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی اور فارسی کے پروفیسر بھی رہے۔ ۱۸۶۵ء میں کسی سرکاری کام سے کلکتہ گئے۔ اُسی سال پنڈت من پھول کے ساتھ سرکاری سفارت کی غرض سے کابل اور بخارا کا سفر کیا۔ وکٹوریہ کے پچاسویں جشنِ تاج پوشی کے موقع پر اُنہیں ''شمس العلما'' کا خطاب دیا گیا۔

آزاد اُردو کے صاحب طرز ادیب اور بلند پایہ انشا پرداز اور جدید شاعری کے بانی ہیں۔ آزاد کی سب سے بڑی خصوصیت نثر میں اُن کا شاعرانہ اسلوب ہے۔ وہ اِس قدر شان دار لکھتے ہیں کہ قاری پر ایک سحر طاری ہوجاتا ہے۔ وہ خوبصورت تشبیہات اور استعارات کی بنا پر اپنی نثر کو اتنا رنگین بناتے ہیں۔ کہ نثر پر شاعری کا گمان ہونے لگتا ہے۔

آزاد کی نثر سلیس ہے۔ اُنہوں نے قدیم اسلوب سے اِس کے حسن و جمال کے عناصر جب کہ جدید طرز سے سلاست لے لی۔ آزاد کے اسلوب کی ایک اور خصوصیت لفظوں کی بچت اور فقروں کا اختصار ہے۔ وہ لمبے لمبے فقرے لکھنے سے گریز کرتے ہیں۔ وہ ایک شگفتہ نگار انشا پرداز ہیں۔ اُن کی شگفتہ نگاری کا سحر ''آب حیات'' میں پورے آب و تاب سے نظر آتا ہے۔ آزاد الفاظ کے جادوگر ہیں وہ الفاظ پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ اُنہوں نے تاریخ نویسی میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ آخری عمر میں بیٹی کی وفات نے ذہنی بیمار بنا دیا اور اسی حالت میں ۱۹۱۰ء کو ان کا انتقال ہوا۔

زمانہ قدیم میں ہندوستانیوں کے طور طریقے

(مولانا محمد حسین آزاد)

مقاصدِ تدریس

۱۔ طلبہ کو جدید ادب میں صنف مضمون نگاری کی اہمیت سے روشناس کرانا۔
۲۔ اُردو ادب میں صنف مضمون نگاری کے ارتقا سے آگاہ کرنا۔
۳۔ مولانا محمد حسین آزاد کا اُسلوبِ تحریر بتانا۔
۴۔ طلبہ سے کسی ایک اقتباس کی تشریح کرانا۔

خاص الفاظ و تراکیب

اعتقاد ۔ بودھ ۔ پورب ۔ گورستان ۔ کٹھن وقت ۔ قضائے الٰہی
پورس ۔ انجرہ ۔ دان پُن ۔ چِتا

جس زمانہ میں سکندر ہندوستان آیا، اُس عہد کا حال سنسکرت یا فارسی کی کتابوں میں نہیں۔ لیکن سکندر کے لشکر کے لوگ لڑائیوں کے تمام حالات اور اسی حال میں جو جو باتیں اس ملک کی انہیں نئی معلوم ہوئیں، وہ بھی لکھتے گئے تھے۔ اسی طرح سو برس ہوئے کہ چین کا ایک مسافر اپنے ملک سے ہزاروں کوس جنگل اور پہاڑ اُلٹ کر بڑے بڑے دریا اُتر کر ہندوستان میں آیا۔ یہاں پھر کر بہت سے حالات اس ملک کے لکھے۔ وہ سب کتابیں انگریزی میں ترجمہ ہوئیں۔ اللہ کی قدرت دیکھو کہ ہندوستان کا حال ہندوستان میں نہ رہا۔ یہاں سے کبھی یونان اور کبھی چین کو گیا۔ وہاں سے انگلستان پہنچا۔ وہاں سے انگریزی کپڑے پہن کر پھر ہندوستان میں آیا۔ ان کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سکندر بلخ سے افغانستان ہوکر اٹک پار ہوا۔

چینی مسافر لکھتا ہے کہ جہاں اب حسن ابدال اور راولپنڈی ۱۶ کوس کے فاصلہ میں ہیں، اس کے گردوپیش میں تکشلا (ٹیکسلا) کا علاقہ بڑی رونق سے آباد تھا۔ یہ مقام اس زمانہ میں بڑا برکت والا گِنا جاتا تھا۔ اسی جگہ پر بودھ نے اپنا سر کاٹ کر اللہ کی راہ میں بخش دیا تھا۔ اور یہاں سے پورب کی طرف ایک اور جگہ مشہور تھی کہ جہاں اس نے اپنے بدن کے گوشت کا ٹکڑا ایک بھوکے شیر کو کھلا دیا تھا۔ دونوں جگہ دو بلند منارے، خوبصورت عمارت، خوش رنگ پتھر اور قیمتی جواہرات سے مرصع کھڑے تھے۔ بادشاہ اور بڑے بڑے امیر وزیر اور خاص و عام دنیا کے لوگ وہاں اعتقاد سے آکر نذریں دیتے تھے۔ خوشبو جلاتے تھے۔ پھول چڑھاتے تھے جہاں شیر کو بدن کا گوشت کھلایا ہے، کہتے ہیں کہ مانکیالہ اسی جگہ کا نام ہے۔ اس وقت وہاں اور اس کے گرد تو تمام علاقہ اس زمانہ کی تاریخ کا گورستان معلوم ہوتا ہے۔ اب تک بھی کہیں سے کھودتے ہیں تو اس زمانے کے بتوں بلکہ گھر کے اسبابوں اور پُرانے سکوں سے زمین بھری پڑی ہے۔ خیال

یونانی مؤرخ کہتا ہے کہ جب سکندر یہاں پہنچا تو تکشلا کے راجہ نے بڑی عظمت اور شان وشوکت سے سکندر کو اس کے لشکر سمیت مہمان رکھا اور تین دن کے بعد رخصت کیا۔ اگر چہ سکندر ایسا عظیم بادشاہ تھا کہ لوگ آج تک اس کے برابر کسی کو نہیں جانتے۔ لیکن اس کا قاعدہ تھا کہ اکثر لڑائیوں میں خود تلوار پکڑ کر عام سپاہیوں کی طرح لڑا کرتا تھا۔ اُس کا ایک گھوڑا بہت پیارا تھا۔ وہ بڑی بڑی لڑائیوں اور کٹھن وقتوں میں اس کا رفیق رہا تھا اور سکندر بھی اسے جان کے برابر عزیز رکھتا تھا۔ کئی معرکوں میں ایسا ہوا کہ چاروں طرف لڑائی ہورہی ہے۔ سکندر اس پر سوار تلواریں مارتا پھرتا ہے۔ اور حریف کے لشکر میں گھر کر کبھی زخمی اور کبھی زخموں سے بے ہوش ہوگیا۔ وہ سمجھ والا گھوڑا اُسے وہاں سے لیکر ایسا اُڑتا تھا کہ سب دیکھتے رہ جاتے تھے۔ جب اپنے لشکر میں پہنچتا تھا تو کچھ لوگوں کی آوازوں سے کچھ وضع اور پہناوے سے پہچان جاتا تھا کہ یہ اپنے لشکر کے آدمی ہیں۔ اُس وقت خاطر جمع سے ٹھہر جاتا اور نمک حلال جاں نثاران اپنے بادشاہ کو سنبھال لیتے۔

غرض کہ اسی علاقہ میں وہ گھوڑا قضائے الٰہی سے مرگیا۔ سکندر نے اس کی قبر بنوائی۔ اور اس کے نام پر ایک شہر آباد کیا۔ جہلم پار اُتر کر جو پورس (پنجاب کے راجہ) سے لڑ کر بڑے زورشور کا میدان مارا تھا، اُس فتح کی یادگار میں بھی ایک بڑا شہر آباد کیا تھا۔ افسوس کہ زمانہ کی گردشوں نے ان کا نام ونشان تک مٹا دیا۔

پنجاب بھی اس زمانہ میں یہ پنجاب نہ تھا جو کہ دیکھتے ہو۔ دریائے جہلم سے ستلج تک پندرہ سو شہر اور قصبے برابر آباد تھے۔ جن میں سے کسی کی آبادی کوس بھر سے کم نہ تھی۔ گویا جہلم سے ستلج تک مسافر برابر آبادیوں میں چلا جاتا تھا۔ اس طرح اور علاقوں کو سمجھ لو۔

یونانی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کی بہت سی باتوں کو دیکھ کر وہ لوگ تعجب کرتے تھے۔ لیکن آج کی حالت سے مقابلہ کرتے ہیں تو اکثر باتوں پر ہمیں بھی حیرت آتی ہے۔ چناں چہ اس زمانے میں یہاں رسم تھی کہ غیر ملک کے مسافر کی خاطر داری بہت کرتے تھے۔ مگر وہ تین دن سے زیادہ ٹھہر نہ سکتا تھا۔ ملکِ ہند میں یونانیوں کا پہلا تعجب ہاتھی کے دیکھنے سے تھا۔ کیوں کہ اُن کے ملک میں یہ جانور نہیں ہوتا اور اس وقت تک یہ صورت انہوں نے کبھی نہ دیکھی تھی، اس کے علاوہ جب سکندر تکشلا میں لشکر لیے پڑا تھا تو وہاں کوئی عورت ستی ہونے والی تھی، اس کو دیکھا کہ زیور اور لباس پہنے باجے گاجے سے چلی جاتی ہے۔ اور لوگوں کا انبوہ گرد جاتا ہے۔ یہ نئی بات دیکھ کر سب یونانی متوجہ ہوئے۔ وہ اپنے بدن سے گہنا اُتارتی تھی اور برہمنوں کے حوالے کرتی جاتی تھی۔ چتا کے پاس پہنچ کر ایک ساعت ٹھہری اور کچھ اور دان پُن کیا اس وقت کوئی اُس سے اپنی کسی مراد کے لیے دعا چاہتا تھا، کوئی غیب کی باتیں پوچھتا تھا۔ غرض وہ خدا کو یاد کرکے اپنے خاوند کے مردے کے ساتھ چتا میں بیٹھی۔ اس ابنوہ سے ایک ولولہ غل کا اُٹھا اور چتا سے شعلے بلند ہوئے۔ تھوڑی دیر میں بچاری جل کر بھسم ہوگئی۔ جب کہ وہ اس بے پروائی اور بے استغنائی سے چتا میں بیٹھی اور خاوند کے ساتھ آگ میں جل کر خاک ہوگئی تو یونانی حیران رہ گئے۔ یونانی مورخ یہ بھی کہتا

ہے کہ یہ دستور اِس زمانہ میں نیا نیا جاری ہوا تھا۔

تپسیا اور عبادت کے طریقے اس زمانہ میں بھی ایسے ہی تھے جو کہ اب ہیں اور یہ بھی یونانیوں کے لیے ایک عجیب بات تھی۔ چناں چہ سکندر نے ایک امیر کو بھیجا کہ ان سے جا کر ملے۔ اور ان کے خیالات اور حالات معلوم کر کے کچھ حاصل کرے۔ اس نے شہر کے باہر جنگل میں کئی فقیر مختلف حالتوں میں دیکھے کہ دھوپ میں تپ کر رہے ہیں۔ کوئی کھڑا ہے کوئی بیٹھا ہے مگر اس طرح کہ ذرا ہلتے جلتے نہیں۔ ان میں سے ایک کا نام ''کلیانا'' تھا۔ وہ عمر میں نوجوان تھا اور جلتے پتھروں پر پڑا تھا۔ امیر مذکور نے اس کے پاس آکر کچھ بات کی۔ کلیانا اس کی نئی وضع دیکھ کر اس طرح ہنسا کہ گویا اس کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتا کہا تو یہ کہا کہ کپڑے پھاڑ کر ان جلتے پتھروں پر بیٹھ جاؤ اور اپنے تئیں فنا کرو، جب ہماری بات سمجھ میں آئے گی۔ اتنے میں ایک اور فقیر کہ سن رسیدہ تھا اور سب اس کی تعظیم کرتے تھے، وہ آیا اور اس نے آکر کلیانا کو ملامت کی۔ اور اُن کے ساتھ نہایت اخلاق اور تواضع سے ملا۔ جو جو سوالات کیے، ان کے جواب دیے اور یہ بھی کہا کہ تم دل سے طالب ہو تو حکمت اور فقر کا علم، جس قدر ہمارے ہاں ہے، وہ میں تمہیں بتاؤں گا۔ سکندر نے چاہا کہ وہ سن رسیدہ آدمی میرے ساتھ چلے۔ مگر اس نے یہی کہا کہ جب تک جان اس مٹی کے پتلے میں اٹکی ہوئی ہے، تب تک ہمیں جس شے کی ضرورت ہوتی ہے، وہ مل جاتی ہے اور جب اس مصیبت زدہ رفیق سے یعنی قالبِ خاکی سے جدا ہوگئی تو پھر کچھ قباحت ہی نہیں۔ تعجب یہ ہے کہ کلیانا کی طبیعت کچھ اور ہی طرح کی تھی اس کے ساتھ کے لوگ ملامت کرتے رہے۔ کہ خدائے باقی کو چھوڑ کر فانی کا ساتھ کیوں دیتا ہے۔ مگر اس کے دل میں بھی موج آئی کہ سکندر کے ساتھ ہولیا اور کسی کے کہنے پر خیال نہ کیا۔ یونانی لوگ اس کی بڑی خاطر داری اور عزت کرتے تھے۔ اور ہر طرح اُسے خوش رکھتے تھے۔ لیکن وہ ہندوستان کا رہنے والا تھا۔ سرد ملک کی ہوا موافق نہ آئی۔ فارس میں جا کر بیمار ہوگیا۔ اس کے پنتھ میں اول تو بیمار ہونا ہی بُری بات ہے اور اگر کوئی ہوجائے تو علاج کرنا اس سے برا تھا۔ چناں چہ بادشاہ نے طبیب حکیم علاج کے لیے بھیجے، مگر وہ ہرگز علاج کو راضی نہ ہوا۔ چند روز اسی حال سے گزرے۔ جب ناامید ہوا تو چاہا کہ یہ بدن جسے ہزار طرح کی بلائیں لگی پڑی ہیں، اسے جلا کر زندگی کے عذابوں سے بالکل چھوٹ جائے۔ یہ بات ایرانی اور یونانی کسی نے سنی بھی نہ تھی۔ وہ سب منتیں کرنے لگے کہ ایسا کام نہ کرے، لیکن جب کسی طرح نہ مانا تو اس کی خوشی بھی سب دل سے چاہتے تھے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ جو جو سامان مانگے، سب اسی طرح تیار کردیں۔ ساتھ اس کے خاطر داری بھی بہت کی۔ اور روپیہ کپڑے زیور وغیرہ دے کر کہا کہ جسے چاہو آپ بانٹو۔ اس نے اپنا دان پُن کیا۔ جب سب سامان درست ہوگئے اور اسے چتا کی طرف لے چلے تو اس کے سر پر پھولوں کا تاج تھا اور اس کے چیلے ہندوستانی زبان میں آگے آگے بھجن گاتے اور باجے بجاتے جاتے تھے۔ وہ خوش وخرم چتا پر چڑھا۔ آپ آگ دینے کا اشارہ کیا اور جلنے کے عذاب کو اس طرح برداشت کرگیا کہ تمام یونانی قائل ہوگئے۔ اسی طرح ہندوستان میں پنتھ پنتھ کے فقیر جدا جدا رنگ میں تھے، جس طرح کہ اب دیکھتے ہو، یونانی ایک ایک کو دیکھتے تھے اور حیران ہوتے تھے۔

جن فقیروں کو اب تیلیا راجہ کہتے ہیں، وہ جب بھی موجود تھے لوگ بڑے اعتقاد سے انہیں تیل دیتے تھے اور وہ سر پر
ڈال کر بدن پر بہا لیتے تھے۔ بعض فقیر فقط انگور یا انجیر ہی لیتے تھے۔ اکثر تلوں کے لڈو لیتے تھے کہ اِن پر شہد پڑا ہوتا تھا۔ فقیروں
کی عزت بہت تھی اور اشرافوں کے گھروں میں بے تکلف جاتے تھے۔ ان کے ہاں رسوئیاں کھاتے تھے۔ بڑے بڑے راجہ
مہاراجہ وکیل بھیج کر اپنے کاموں میں ان سے رائے پوچھتے تھے اور اسی طرح کرتے تھے۔

▼ ہندوؤں میں طبابت کا فن تھا، اور بہت خوب تھا۔ اول مالش یا لیپ اور اوپری ترکیبوں سے کام نکالتے تھے۔ بہت سخت
مرض کا علاج کھانے پینے کی دوا سے کرتے تھے۔ اکثر دواؤں کے تیزاب اور ست ایسے نکالتے تھے کہ اب تک لوگ حیران
ہوتے ہیں۔ لیکن کاٹنے یا چیرنے پھاڑنے کے پاس نہ آتے تھے۔ بعض فرقے ایسے بھی تھے کہ دواؤں کا بالکل یقین نہ کرتے
تھے۔ وہ فقط جھاڑ پھونک، جنتر منتر یعنی گنڈے تعویذ سے علاج کرتے تھے، بلکہ اِس سے ہر طرح کا مطلب حاصل کرتے تھے۔

(مقالات محمد حسین آزاد جلد اول)

مشق

۱۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

الف) سکندر کہاں سے ہندوستان آیا؟

ب) چینی مسافر سکندر کے زمانے کے ہندوستان کے بارے میں کیا لکھتا ہے؟

ج) ٹیکسلا کا علاقہ اُس وقت کیوں برکت والا مانا جاتا تھا؟

د) ٹیکسلا کے راجہ نے سکندر کا استقبال کس انداز میں کیا؟

ہ) یونانی کتب کے مطابق لوگ ہمارے ملک کے حالات دیکھ کر کیوں حیران ہوتے تھے؟

و) ٹیکسلا میں یونانیوں کو ستی کی رسم نے کس طرح اپنی طرف متوجہ کیا اور کیوں؟

۲۔ متن کے مطابق دُرست جواب کا انتخاب کریں۔

الف) ہند میں یونانی سب سے پہلے دیکھ کر حیران ہوئے۔

i) اُونٹ کو ii) ہاتھی کو

iii) شیر کو iv) سانپ کو

ب) مضمون ''زمانہ قدیم میں ہندوستان کے طور طریقے'' کے مصنف ہیں۔

i) مولانا الطاف حسین حالی ii) سر سید احمد خان

iii) خواجہ حسن نظامی iv) محمد حسین آزاد

ج) سکندر کے زمانے کی اکثر کتب ترجمہ ہوئے۔

i) فارسی میں ii) عربی میں

iii) انگریزی میں iv) اردو میں

د) سکندر کے زمانے میں بڑا پُر رونق تھا۔

i) ٹیکسلا ii) راولپنڈی

iii) حسن ابدال iv) لاہور

ہ) سکندر کے زمانے میں پندرہ سو قصبے آباد تھے۔

i) راوی اور جہلم کے درمیان ii) جہلم اور بیاس کے درمیان

iii) چناب اور ستلج کے درمیان iv) جہلم اور ستلج کے درمیان

۳۔ متن کے مطابق درست اور غلط کی نشاندہی کریں۔

الف) سکندر کے زمانے کا حال اُس وقت کی فارسی اور سنسکرت کتابوں میں بکثرت ملتا ہے۔

ب) ٹیکسلا کے مقام پر سکندر کی افواج کو انتہائی سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

ج) سکندر اکثر لڑائیوں میں خود حصہ لیتا تھا۔

د) ہندوستان کے حالات یونانی کتب میں پڑھ کر لوگ حیران ہوتے تھے۔

ہ) سکندر کے زمانے میں مسلمانوں میں طبابت کا فن خوب موجود تھا۔

۴۔ متن کے مطابق خالی جگہ دُرست الفاظ سے پُر کریں۔

الف) سکندر نے ایک شہر اپنے .... کی یاد میں تعمیر کیا تھا۔

ب) سکندر کے زمانے کا حال ایک .... مسافر نے قلم بند کیا۔

ج) سکندر.................. سے افغانستان کے راستے ہندوستان آیا۔

د) جلتے پتھروں پر چلنے والے نوجوان کا نام .... تھا۔

ہ) پنتھ میں بیمار ہونا.................. بات سمجھی جاتی تھی۔

۵۔ بہ حوالہ متن درج ذیل عبارت کی تشریح کریں۔ نیز سیاق وسباق بھی لکھیں۔

''اکثر لڑائیوں میں خود تلوار پکڑ کر.................. جاں نثاران اپنے بادشاہ کو سنبھال لیتے''۔

۶۔ اس سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

۷۔ اس سبق کا مرکزی خیال لکھیں۔

۸۔ اس سبق کی روشنی میں سکندر کی شخصیت پر ایک جامع نوٹ لکھیں۔

۹۔ اس سبق کی روشنی میں سکندر کے زمانے کے ہندوستان میں طور طریقوں کا حال بیان کریں۔

۱۰۔ اس سبق کی روشنی میں سکندر کے زمانے کی ٹیکسلا کی تاریخ پر روشنی ڈالیں۔

مضمون نویسی

تعریف: وہ معلوماتی تحریر جس کا تعلق زندگی کے حقائق اور مسائل سے ہو۔ موضوع خشک اور واعظانہ نہ ہو اور ادبی انداز میں نہایت شگفتگی کے ساتھ لکھی جائے مضمون کہلاتا ہے۔ مضمون (Essay) ایک ایسی صنف ہے جو جدید دور کی پیداوار ہے اور انگریزی کے توسط سے اُردو میں آئی ہے۔ اس میں ہر قسم کے مسائل پر اظہار خیال ہو سکتا ہے۔ خواہ وہ مسائل سماجی، تہذیبی، ثقافتی، تنقیدی یا اقتصادی ہوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ جو بات کہی جائے اختصار کے ساتھ کہی جائے۔ ورنہ مضمون مقالے کی حدود میں داخل ہو جائے گا۔ مضمون میں کسی مسئلہ پر بحث تفصیل کے ساتھ نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ کسی نکتہ اور کسی ایک بات کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے اور مضمون نگار کسی بات پر تبصرہ کرتے ہوئے شگفتگی کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتا بلکہ تھوڑی بہت خیال آرائی بھی کرتا ہے اور اس کی ذات کی جھلک کہیں کہیں دکھائی دے جاتی ہے۔ اُردو میں مضمون کا استعمال سب سے پہلے سرسید نے کیا اور ان کے مشہور رسالے ''تہذیب الاخلاق'' میں شایع ہونے والے مضامین اس صنف کا اولین نمونہ ہیں۔

سرگرمیاں

۱۔ اساتذہ کرام طلبہ سے کسی بھی مضمون میں الفاظ وتراکیب اور اصطلاحات کے استعمال کی معنویت کا ادراک کروائیں اور اُن سے نفسِ مضمون کا فہم حاصل کروائیں۔

۲۔ طلبہ سے ادب پارے کا مرکزی خیال، اہم نکات کا خلاصہ یا تشریح کروائیں۔

۳۔ کمرہ جماعت میں مولانا محمد حسین آزاد کے چند اور مضامین پڑھوائیں۔

اشاراتِ سبق

۱۔ اساتذہ کرام طلبہ کو صنف مضمون نگاری کی مختلف جہتوں سے آگاہ کریں۔

۲۔ اُردو ادب میں مضمون نگاری کی روایت پر روشنی ڈالیں۔

۳۔ اُردو نثر میں مولانا محمد حسین آزاد کے اسلوبِ تحریر کی خصوصیات بیان کریں۔

۴۔ اُردو ادب میں مولانا محمد حسین آزاد کی خدمات پر ایک سیر حاصل گفتگو کریں۔